ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

سلیم بیتاب کی غزل: مناظرِ فطرت اور استعاراتی رنگ

Ghazal of Saleem Betaab: ‘Manazir-e-Fitrat’ and Metaphorical View

Dr.Majid Mushtaq
Assistant Professor Urdu, G.C, University, Faisalabad.
Hamza Mehboob
Lecturer Urdu Govt. Graduate College, Jaranwala Road Faisalabad.
Ali Raza
M. Phill Scholar Urdu Dept. Govt. College University Faisalabad

Abstract:
“Saleem Betaab is one of the emerging poets of Ghazal. His name was introduced in the 6th decade of the previous century. He was died in a road accident. He was just 32 years old at the time of his death. He was a great poetic voice of his time. He has equally potential of Ghazal and Nazm. Saleem Betaab’s Ghazal having metaphor horizon. He had a great command of using common things in a different manner. This article is a critical study of his ghazal with aspect of metaphor. In this article we have study of natural sense and nature with metaphorical approach. This article will help the scholars to know about Saleem Betaab and his poetry.”

کلیدی الفاظ: اشجار، پھول، کلیاں، کہکشاں، استعارہ، نرگس، سلیم بیتاب، پتے، گاؤں

Keywords: Trees, Flowers, Buds, Glaxy, Metaphor, Narcissus, Saleem Betaab, Leaves, Village

فیصل آباد جسے کبھی ساندل بار، پکی ماڑی اور لائلپور کے نام سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ اُردو ادب کی آبیاری کے حوالے سے ہمیشہ متحرک نظر آیا۔ قیامِ پاکستان کے فوری بعد 'لائلپور کاٹن ملز کے مشاعرے' اس کی بنیاد بنے۔ یہ مشاعرے برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض سے آئے ہوئے معروف و مشہور شعراُ کی نسبت سے شہرت کے بامِ عروج پر پہنچے۔ یہاں تک کہ احسان دانش نے اپنی آپ بیتی 'جہانِ دانش' میں انہیں الگ موضوع کے طور پر باندھا۔[1] بعدازاں رفحان ملز اور پھر حلقۂ اَرباب ذوق نے ادبی خدمت کو آگے بڑھایا۔ اس سرزمین نے اُردو غزل کو بڑے نام مہیا کیے انھی ناموں میں سے ایک نام ''سلیم بیتاب'' کا ہے۔ ساٹھ کی دہائی میں اپنی غزلوں کی انفرادیت کے حوالے سے جانا جانے والا یہ نام فیصل آباد کی غزل کی پہچان بنا۔ سلیم بیتاب کا اصل نام محمد سلیم تھا۔ ابتداء میں ''مجروح'' تخلص کیا بعدازاں 'بیتاب' تخلص کیا اور سلیم بیتاب کے نام سے شہرت پائی۔ وہ اپریل کی ۲ تاریخ 1940ء کو متحدہ ہندوستان کے شہر جالندھر میں پیدا ہوئے۔[2]

سلیم بیتاب نے اپنی شاعری کے آغاز سے ہی توجہ حاصل کر لی اور مختلف ادبی تقاریب اور مشاعروں میں ان کی شرکت لازمی سمجھی جانے لگی۔ اس شاعر نے زندگی کے سفر کو بہت تیزی سے طے کیا اور عین جوانی میں ایک حادثے میں 21 جون 1972ء کو اس دارِ فانی کو خیر باد کہا۔[3]

شاعر جواں مرگ سلیم بیتاب کی وفات یہاں کے اہلِ قلم کے لیے کسی صدمے سے کم نہ تھی۔ ان کے لیے تعزیتی ریفرنس رکھے گئے اور گورنمنٹ اسلامیہ کالج لائلپور نے دانش، کا سلیم بیتاب نمبر شائع کیا۔ سلیم بیتاب اپنی وفات کے وقت اسی کالج میں شعبۂ اُردو میں تدریس سے وابستہ تھے۔ ان کے ہم عصر شاعر ناز خیالوی نے ان کے حادثے اور وفات کو ایک شعر میں یوں بیان کیا:

تاریخِ فن کا آج پھر اک باب جل گیا
اک حادثے کی آگ میں بیتاب جل گیا[4]

ساٹھ کی دہائی اُردو غزل کے حوالے سے معتبر ناموں سے سرفراز رہی۔ ناصر کاظمی، باقی صدیقی، اسلم انصاری اور احمد مشتاق جیسے شعراء نے غزل کے موضوعات کو نئی جہتوں سے آشنا کیا اور یہاں فیصل آباد میں ڈاکٹر ریاض مجید، انور محمود خالد، نصرت صدیقی، طاہر صدیقی، بسمل شمسی جیسے ناموں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

نے غزل کی آن بڑھائی۔اس ادبی منظر نامے میں سلیم بیتاب نے بہت جلد اپنی انفرادیت قائم کی اور ان کا شعر شہرت کے تمام زینے طے کرتا چلا گیا بعد ازاں یہی شعر ان کی پہچان بنا۔

میں نے یونہی راکھ میں پھیری تھیں انگلیاں
دیکھا جو غور سے تیری تصویر بن گئی(5)

سلیم بیتاب کی غزل میں موضوعات کی کہکشاں دکھائی دیتی ہے۔ان کے ہاں عشق و محبت کے لطیف جذبات بھی ہیں۔ہجر و وصال کی کیفیات کا اظہار بھی۔انسانی مجبوریوں کا قلق بھی ہے تو انسانی خوشی کے اظہار کا سلیقہ بھی۔ان کی غزلوں کا ایک اہم موضوع مظاہرِ فطرت اور ان کی عکاسی ہے۔وہ زندگی کے حُسن سے بخوبی واقف تھے اور اس حُسن کے دلدادہ بھی۔ان کی غزلوں میں اشجار، پھول جیسے استعارے جابجا نظر آتے ہیں۔ان کی شاعری کے اس پہلو کے بارے میں ڈاکٹر ریاض مجید کہتے ہیں:

> ''شاعر ایک نئے شعری باطن کی تشکیل میں مصروف ہے۔اب اُسے اپنے تجربات و احساسات کے اظہار کے لیے فرسودہ علامتوں اور زنگ آلود الفاظ کا سہارا لینا نہیں پڑتا۔اس کا طرزِ احساس ایک نئے Idiom کو جنم دیتا نظر آتا ہے۔اس نئے Idiom میں پھول، پیڑ، پتے، شاخیں، ہوا، مندر، جزیرے، بادل، جنگل وغیرہ۔وہ استعارے اور علامتیں ہیں جنہیں شاعر نے نئی معنویت کی تلاش کے لیے استعمال کیا ہے۔اس نئے لب و لہجہ کے ساتھ اس کے تجربے یوں اظہار پذیر ہوئے ہیں کہ ان تجربوں کی سچائی پر ایمان لانا پڑتا ہے۔''(6)

ڈاکٹر ریاض مجید کی اس رائے میں بھی سلیم بیتاب کی غزل میں مظاہرِ فطرت کی طرف واضح اشارے نظر آتے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ شاعر کے پاس صرف مشاہدہ کی قوت ہے جس سے اُس نے بیرونی مشاہدے کو اشعار میں ڈھال کر پیش کیا۔یہ ان مناظر کی تاثیر اپنے خون کے اندر محسوس کرتے ہوئے اُسے جذبات و احساسات کی آنچ سے حتمی شکل دے کر از سرِ نو تخلیق کیا۔ہمارے ہاں اکثر شعراء نے اوّل الذکر رجحان کی ترجمانی کی ہے اور ان مناظرِ فطرت کے لیے ایک فضا قائم کر کے تصویر کشی پر اکتفا کیا ہے۔سلیم بیتاب کی غزلوں میں یہ فضا بندی محض تصویر کشی نہیں بلکہ جذبات کی عکاسی ہے جو ان مناظر کو نئے معانی پہناتی نظر آتی ہے۔ان کے لیے درخت اور پیڑ محض سبزہ نہیں بلکہ ذی روح مخلوق کے طور پر نظر آتے ہیں۔ان کے لیے ان درختوں کی حیات بھی انسانی حیات ہی کی طرح اہمیت کی حامل ہے۔

بے چاروں کی گردن پہ چلا کرتے ہیں آرے
انعام یہی شہر کے پیڑوں کے لیے ہیں
بیتابؔ وہ آندھی ہو کہ طوفاں ہو کہ بارش
موسم کا تو ہر قہر ہی پتوں کے لیے ہے(7)

سلیم بیتابؔ کا یہ طرزِ احساس ان کی فطرت سے محبت کا عکاس ہے وہ سرسبز پیڑوں کے کٹنے پر نوحہ کرتے ہیں تو موسموں کی شدت کے اثرات پتوں پر محسوس کرتے ہیں۔ان کے ہاں مشاہدے کی قوت کمال ہے تو متخیّلہ کا وصف بھی 'پتوں' کے استعارے میں انسانی زندگی کی کیا کیا معنویتیں پنہاں ہیں۔اسی طرح وہ ان درختوں اور پیڑوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

پھر سُرخ پھول ، شہر کے پیڑوں میں آ گئے
رُوحوں میں جتنے زخم تھے چہروں میں آ گئے
ہر اک دریچہ پھول سے چہروں سے بھر گیا
اب تو چمن بھی شہر کی گلیوں میں آ گئے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

ہم سایہ دار پیڑ کے نیچے ہیں زخم زخم
پتھر کہاں سے ریشمی پتوں میں آ گئے(8)

سلیم بیتاب نے ان اشجار اور پتوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں اس خوبصورتی سے نئے زاویے عطا کیے ہیں کہ پہلی قرأت میں تو اس خوبصورت منظر سے رہائی کا امکان نظر نہیں آتا مگر جیسے ہی اس سحر انگیزی کا اثر کم ہوتا ہے تو شاعر کا زاویہ نگاہ زندگی کی تلخیوں کا عکاس بن کر انسان کو نئے جہانوں سے آشنا کرتا ہے۔ جہاں پیڑوں کا سایہ اور پھولوں کی خوبصورتی کے پیچھے زندگی کے تلخ حقائق کا اک جہان آباد ہے۔ وہ ان پیڑوں کو جائے اماں بھی سمجھتا ہے اور ان کے سائے کو مادر مہرباں کے رُوپ میں دیکھتا ہے۔ اس محبت اور خلوص سے پہلے کا سفر بھی انہی تلخیوں کا عکاس ہے۔ اس بار شاعر کی مہارت منفرد انداز میں جا گزیں ہوتی نظر آتی ہے:

شہروں کی خاک چھان کے آیا تھا گاؤں میں
کتنا سکوں مِلا ہے درختوں کی چھاؤں میں
سبزہ سا ایک شہر پہ بکھرا ہے چار سُو
پتوں کے رنگ کھل گئے ٹھنڈی ہواؤں میں(9)

سلیم بیتاب کی غزلوں میں اشجار کا تذکرہ معنویت کی نئی جہتوں کے ساتھ جا گزیں ہوا ہے۔ اُردو نظم کے میدان میں مجید امجد کے ہاں فطرت کے ان مظاہر کا تذکرہ خوب صورتی سے ملتا ہے۔ غزل کا میدان رومانوی تحریک کے لمبے سفر کے بعد بھی ان احساسات سے تہی دامن ہے۔ جو سلیم بیتاب کے ہاں پائی جاتی ہے۔ مجید امجد کی نظم 'توسیع شہر'(10) گو کہ درختوں کے کٹنے کا منظر پیش کرتی ہے پھر بھی سلیم کا طرزِ احساس مجید امجد سے جدا اور منفرد نظر آتا ہے۔

ان کے لیے پیڑ کا سایہ مادرِ مہرباں کی طرح آغوش کھولے نظر آتا ہے تو منزل کی طرف رواں دواں مسافر کے لیے یہ پڑاؤ جواز دکھائی دیتا ہے۔ یہاں اس سائے کو الگ رنگ کے ساتھ پیش کرتے ہوئے شاعر ایک منفرد فرد کے طور پر نظر آتا ہے۔ جس کا مذکورہ بالا تصورات سے ربط معدوم ہے وہ کہتے ہیں:

پیڑوں کی چھاؤں تلے بیٹھنے کا کیا جواز
جب ہمیں در پیش ہے صدیوں سے لمبا سفر(11)

سلیم بیتاب کی شاعری کا یہ طرزِ احساس ان کی غزلوں کو منفرد تو بناتا ہی ہے اپنے ساتھ قاری کو بھی نئے مناظر سے آشنا کرتا ہے۔ اس حوالے سے یوسف عزیز لکھتے ہیں:

> ''بیتاب کے ہاں احساس اور جذبے کی شدت اس کے کلام میں تاثیر اور دلکشی کے انمول جوہر پیدا کر دیتی ہے اور قاری اپنے آپ کو شعر کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا پاتا ہے۔ فن پارے کے ساتھ قاری کی یہی دلچسپی اور گہرا جذباتی رشتہ قائم کرنا فنکار کا اوّلین مقصد ہے جس میں بیتاب گہرا ادراک رکھتا ہے۔''(12)

سلیم بیتاب کی شاعری کا یہ وصف ان کی نظموں میں بھی جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ مگر ان کی غزل میں یہ کمال بدرجہ اُتم موجود ہے کہ وہ قاری کو نئے پیرایوں سے سوچنے پر مجبور کرے۔ وہ ایک لفظ، ایک حقیقت کے اتنے زاویے پیش کرتا ہے کہ تیز قدم ساتھی ہی اس کے ساتھ سفر کر سکتا ہے۔ پھر وہ مرحلہ بھی آتا ہے جب یہ سفر پُر لطف اور سہانا ہو جاتا ہے۔ قدم سے قدم خود بخود ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اس شہر کے پیڑوں تلے بھی نہ مِلا چین
اک آنچ سی آتی رہی پتوں سے نکل کر(13)

میں اشکبار رہوں گا ہر اس شجر کے لیے
ترس رہا ہو جو گلشن میں برگ و بر کے لیے(14)

سلیم بیتاب کی غزلوں میں اشجار اور برگ و بار کا تذکرہ انہیں غزل کے میدان میں ان موضوعات کے حوالے سے انفرادیت عطا کرتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنی شاعری میں پھولوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں بھی اک نئی استعاراتی کائنات ان کی منتظر نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے تبصرہ جو 'ماہنامہ کتاب' میں شائع ہوا اور 'دانش' سلیم بیتاب نمبر میں شامل ہے۔ ملاحظہ ہو:

> ''لمحوں کی زنجیر میں پھولوں اور پتوں اور پیڑوں کا ذکر بڑی کثرت سے ملتا ہے یہ پیڑ پتے ایک تہذیبی داستان کے کردار ہیں۔ شاعر نے ان بلیغ استعاروں سے موجودہ دور کے تضادات اور مشکلات کو بڑی خوبی سے اُبھارا ہے۔''(15)

سلیم بیتاب نے اشجار کے ساتھ پھولوں کو بھی نئی معنویت عطا کی ہے۔ ان کی شاعری میں پھول اور پھولوں سے وابستہ تمام تلازمے موجود ہیں وہ زندگی کے کج رویوں اور ستم ظریفیوں سے اُلجھ کر منظر دیکھتے ہیں تو پھولوں کی معصومیت والے چہروں پر انہیں انہی پھولوں کا خون نظر آتا ہے۔ یہاں پھول وسیع تر معنوی استعارے کے طور پر طاقت کی دوڑ میں جتے ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو انفرادی زندگی، معاشرتی حیات اور بین الاقوامی سامراج میں جابجا دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح سے وہ ایک اور شعر میں پھول کو محبوب سے تشبیہ دے کر اُسے چشمِ حقارت سے باز رہنے کا مشورہ دیتے ہیں ایک ہی غزل کے دو اشعار پھول کے مختلف مفاہیم کے ساتھ سامنے آتے ہیں تو بے اختیار سلیم بیتاب کے فن کی داد دینا پڑتی ہے:

دیکھ اے پھول انہیں چشمِ حقارت سے نہ دیکھ
جو تیری بزم میں کانٹوں پہ ہیں چل کر آئے
کتنے معصوم نظر آتے ہیں ان کے چہرے
جو ابھی باغ میں پھولوں کو مَسل کر آئے(16)

سلیم بیتاب کی شاعری میں عوامی درد جاگزیں ہے ان کی نظمیں ان کی ترقی پسندانہ سوچ کی علمبردار ہیں تو ان کی غزلوں میں بھی وہ کرب دکھائی دیتا ہے۔ جہاں حالات کے ماروں کے لیے بہار اور خزاں میں تخصیص باقی نہیں رہتی۔ یہ کربناکی حالات کی پیدا کردہ ہے اور کرب سے جھیلتا انسان اس بہار کو کسی خون آشام منظر کی صورت دیکھتا ہے۔ اس کے نزدیک چمن پر شباب بھی کسی مقتل کا مظہر ہے جہاں پھول اور کلیاں اس شباب کی زد میں حالات کے نوحہ گر معلوم ہوتے ہیں:

پھول ، پژمردہ ، سوگ میں کلیاں
یوں چمن پر شباب دیکھا ہے(17)

یہ سلیم بیتاب کی زندگی کے آخری دور کی غزلیں ہیں جنہیں ان کی وفات کے بعد شائع کیا گیا یہ دور ملکِ پاکستان میں پھیلی سیاسی بے چینی اور انسانی ابتری کا دور ہے۔ اسی دور میں سانحہ مشرقی پاکستان رُونما ہوا اور اس سے متعلقہ حقائق پر ذی شعور کے لیے کسی المیے سے کم نہیں ہے۔ ان کے ہاں یہاں پھول اور کلیاں ایسا استعارہ ہیں جن سے اُس دور کے انسانی کرب اور اذیت کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اسی درد اور افیت کا اہتمام ان کی شعروں میں خالصتاً انسانی سوچ کا عکاس ہے وہ انسانی ارزانی کا نوحہ خواں بن کر پھولوں اور کلیوں کی تذلیل کی بات کرتے ہیں۔ان کا یہ درد حالات کا نوحہ اور اربابِ اختیار کے لیے آئینہ ہے:

پھولوں کا مٹا رنگ تو کلیوں کا بِکا حُسن
اس شہرِ مقدس میں عجب کام ہوئے ہیں(18)

شاعر معاشرے کا حساس فرد ہے اِسے ارد گرد پھیلی ہوئی بے چینیاں بے چین کرتی ہیں۔آس پاس بسنے والوں کا درد پریشان رکھتا ہے۔وہ بے بسی کا نمونہ ہے جو ان حالات سے نپٹ نہیں سکتا مگر خاموش تماشائی بننا بھی اسے گوارا نہیں ہے۔وہ ان بے تابیوں کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے۔شاید ایک موہوم سی اُمید اُس کے دل میں باقی ہے کہ اس صدائے درد ہر کسی کو نظر ڈالنے کی فرصت ہو۔کسی مسیحا کے کان ان نالوں کی طرف متوجہ ہوں ان ظلمتوں کو اُجال کر کوئی ہو جو خوشحالی کی کرنیں بنے۔وہ اپنے قلم اور گویائی سے مسلسل ان بے ضمیروں کو جھنجھوڑنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

یہ منظر دیکھ کر بُلبل کی حیرانی نہیں جاتی
کہ فصلِ گل میں بھی گلشن کی ویرانی نہیں جاتی
نہ جانے ظلمتِ شب میں چمن والوں پہ کیا بیتی
کہ چشمِ نرگسِ شہلا کی حیرانی نہیں جاتی(19)

سلیم بیتاب کے یہ اشعار ان کے طبعی رجحان کے عکاس دکھائی دیتے ہیں۔مگر یہ کیفیت مستقل نہیں وہ مایوسیوں میں گھرا فرد ہی نہیں بلکہ زندگی کی حسین لطافتوں کا بھی اظہار کرتے ہیں۔یہی وصف ان کی غزل کو یک رنگ بننے سے محفوظ رکھتا ہے۔میر کی اداسی کا رنگ، فانی کی یاسیت، ناصر کی اُداسی کی جھلک ان غزلوں میں محسوس کی جاسکتی ہے۔یہ رنگ فطری احساس کی پیداوار ہے۔زندگی حُسن سے مزیّن ہے یہ ادراک بھی ان کی غزلوں میں واضح دیکھا جاسکتا ہے۔وہ اپنے دل کو پھول قرار دے کر اوس کے تلازمے کے ساتھ لازم وملزوم استعارہ بنا کر پیش کرتے ہیں تو یہ فطری منظر حسین معنوی تاثر بکھیرتا ہوا نئے زاویے فراہم کرتا ہے:

وہ اس طرح ہے میرے دل میں جاگزیں بیتابؔ
کہ جیسے اوس کسی پھول میں سمائی ہوئی(20)

یا پھر

میری غزل کے گلستان میں کوئی بیتابؔ
مہک رہا ہے شگوفوں کی تازگی بن کر(21)

سلیم بیتاب نے پھول کو محبوب کے وجود سے ہم آہنگ کر کے جو لطافتیں سمیٹی ہیں، ایک ماہر مصور کی جھلک ان میں نمایاں ہے۔وہ محبوب کے وجود سے احساس کی جزئیات کی نئی تعبیریں پیدا کرنے کی مہارت رکھتے ہیں۔ان کے نزدیک زندگی ایک احساس کا نام ہے اور محبوب کی آمد و رفت، نشست و برخاست، ناز و ادا کے تمام پہلو اسی احساس کی قوت سے جاودانی پاتے ہیں۔محبوب کی قربت کی ہلکی اور موہوم سی جھلک بھی دل میں وارفتگی پیدا کر سکتی ہے اور یہ دل اِسی خوشی کو سما نہیں سکتا۔اس کا یہ احساس اسے ان رستوں کی مٹی کی طرف مائل کرتا ہے۔جن پر محبوب کے قدموں کی عنایت کے امکان ظاہر ہو رہے ہیں۔یہ لطیف جذبہ، یہ فکر کی گہرائی اور احساس کی شدت ان کی غزل میں وہ تازگی پیدا کرتی ہے جو نصف صدی کے عرصے کے بعد بھی مہکتی دکھائی دیتی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

جانے چھو گئے ہوں گے کس کے پھول سے پاؤں اسے
اک مہک سی اُٹھتی ہے اس نگر کے رستوں میں(22)

سلیم بیتاب کی غزلوں میں ان مناظر فطرت سے جُڑے استعارے کبھی جزیروں کی صورت نمودار ہوتے ہیں تو کبھی انہیں سرسبز رستوں کی صورت پیش کرتے ہیں۔ان کے اشعار کرنوں کو کبھی روشنی کی دستک کی صورت دیکھتے ہیں تو کبھی ان کرنوں پر شب کی سیاہ ظلمتوں کا فسوں طاری دکھائی دیتا۔جنگل کا سفر کبھی مہیب رستوں کی طرف اشارہ کرتا ہے تو کبھی ان میں سرسراتی ہوئی ہوا زندگی کا خوشنما تصوّر دکھائی دیتی ہے۔ان کے پاس چاند کی وہ تصویریں ہیں جو سیاہ ظلمتوں سے برسرِپیکار اُمید کا پیغام بنتی ہیں۔یہی چاند مرجھائے ہوئے پھول کی طرح حالات کی عکاس بھی ہے۔ان کی غزلوں میں صبا پھولوں سے اٹکھیلیاں کرتی بھی دکھائی دیتی ہے تو دوسری طرف کسی اُداسی کی پیامبر بن کر ان کے دل کو مسوس کر جاتی ہے۔سایہ اور اس کی ٹھنڈک اشجار سے ہی وابستہ نہیں وہ انہیں دیواروں سے منسوب کر کے معنویت کی نئی دُنیا تخلیق کرتے ہیں۔ان کے لاشعور میں کہیں شہر کا اژدھام، گاؤں کے سکوت سے مات کھاتا ہوا بسا ہوا ہے۔وہ کمال مہارت سے ان مناظر کی مختلف تعبیریں شہر اور دیہات میں تلاش کرتا ہے۔ویران رستوں، صحراؤں، کوہساروں اور ان سے ٹکراتی ہوئی آواز ایک طرف تو بھرپور استعاراتی نظام کا مظہر ہیں تو دوسری طرف ان سے امیجری کی نئی دُنیا بھی آموجود ہوتی ہے۔

سلیم بیتاب کی شاعری بالخصوص غزل ایک بھرپور تخلیقی جہان رکھتی ہے۔یہاں دُنیا کے مسائل کی بات بھی ہے، ہجر و وصال کی کہانی بھی، خواہشوں کا جہان بھی موجود ہے اور حسرتوں میں بسی اداس بستیوں کا رنگ بھی۔زندگی کی درد بھری تصویریں بھی ہیں اور حیات بخش لطافتیں بھی۔مناظرِ فطرت سے محبت کا بھرپور اظہار بھی ہے۔یہ اظہار صرف ان نظاروں کے مشاہدہ کار کے طور پر نہیں بلکہ ان کی رُوح کے کرب کی زبان بھی ہے۔

شاعرِ جواں مرگ سلیم بیتاب کی غزلوں میں مناظرِ فطرت سے کشید کردہ یہ استعاراتی نظام غزل کی تابناکی میں اہم باب کی حیثیت رکھتا ہے۔بلاشبہ سلیم بیتاب غزل میں وہ تمام رنگ پیش کرتے ہیں جن سے زندگی کے کینوس پر مختلف عکس جلوہ گر ہو کر اک نئی دُنیا کی طرف بڑھتا ہوا قدم محسوس ہوتے ہیں۔سلیم بیتاب کی غزل، صنفِ غزل میں اہم اور وقیع اضافے کا درجہ رکھتی ہے۔

حوالہ جات

1 ۔ احسان دانش، 'جہانِ دانش'، لاہور: خزینہ علم وادب، 1998ء، ص:571
2 ۔ اشرف اشعری، شخصیت آباد، فیصل آباد، مظہر پبلی کیشنز، 2019ء، ص:150
3 ۔ محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر، وفیاتِ اہلِ قلم، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، 2008ء، ص:605
4 ۔ ناز خیالوی، تم اک گورکھ دھندا ہو، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2014ء، ص:172
5 ۔ سلیم بیتاب، لمحوں کی زنجیر، راولپنڈی: خالد ندیم پبلی کیشنز، س ن، ص:39
6 ۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، سلیم بیتاب کی غزل، مشمولہ: 'لمحوں کی زنجیر' از سلیم بیتاب، ص:111
7 ۔ سلیم بیتاب، لمحوں کی زنجیر، ص:47
8 ۔ ایضاً، ص:12
9 ۔ ایضاً، ص:54
10 ۔ مجید امجد، شبِ رفتہ کے بعد، لاہور: ماورا پبلشرز، 1998ء، ص:41
11 ۔ سلیم بیتاب، لمحوں کی زنجیر، ص:73
12 ۔ یوسف عزیز، سلیم بیتاب کی یاد میں، مشمولہ: 'تمثال' ماہنامہ، فیصل آباد: جولائی 1995ء، ص:41
13 ۔ سلیم بیتاب، لمحوں کی زنجیر، ص:21

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

14 ۔ ایضاً،ص:63

15 ۔ 'دانش' سلیم بیتاب نمبر،ادبی مجلہ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج لائلپور،ص:77

16 ۔ سلیم بیتاب،ہوا پہ دستک،لاہور:پروگریسو پبلی کیشنز،س ن،ص:28

17 ۔ ایضاً،ص:41

18 ۔ ایضاً،ص:51

19 ۔ ایضاً،ص:56

20 ۔ ایضاً،ص:42

21 ۔ ایضاً،ص:39

22 ۔ سلیم بیتاب،لمحوں کی زنجیر،ص:23